امام مودودیؒ کی یاد میں

ڈاکٹر عدنان علی رضا نحوی ○

اللہ کا اپنے بندوں پر فضل و کرم ہے کہ اس نے ایک ہی دین، یعنی اسلام کے ساتھ انبیا ورسل بھیجے۔ اس کی بے پایاں رحمت ہے کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انبیا ورسل کی آمد کا سلسلہ بھی بند کر دیا۔ قرآن عظیم اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پیغام الٰہی مکمل ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اس دین کی طرف بلانے کی ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیا نے اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچایا۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ختم ہو گیا؟ نہیں، بلکہ جس امت کی تشکیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی، وہی اس پیغام کی امانت دار بنی، تاکہ وہ اسے پوری دنیا میں ہمیشہ عام کرتی رہے اور یہ ذمہ داری ادا کر کے وہ ''خیر امت'' کی مصداق بنے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے اس عظیم ربانی مشن کی ذمہ داری سنبھالی۔ نسلاً بعد نسل یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس امت پر اللہ کا یہ فضل بھی رہا ہے کہ وہ کبھی سچے، مخلص' باعمل داعیوں، مبلغوں اور ائمہ اعلام سے خالی نہیں رہی۔ تاریخ اسلام ان ہدایت یافتہ رہنماؤں سے جگمگا رہی ہے۔ اسی تسلسل میں سرزمین پاک و ہند سے عظیم عالم، داعی، مجاہد، استاذ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ابھرے۔

ہمارے لیے اپنے علما و ائمہ کی حیات و خدمات کا مطالعہ بہت مفید ہے، کیونکہ اس مطالعے

○ عراقی نژاد مسلم اسکالر [اُردن]

☆ عربی سے ترجمہ: محمد ظہیر الدین بھٹی

سے دعوت اسلامی کے ہر مرحلے کے لیے ہمیں تجربات ملتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی دعوت اسلامی کے تمام مراحل، افکار، جہاد، طریق کار جو مختلف علاقوں اور زمانوں میں اپنائے گئے ہیں، وہ ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔

مجھے اس بات کا تو ہرگز دعویٰ نہیں کہ میں نے مولانا مودودیؒ کی تمام کتابیں پڑھ لی ہیں، یا ان کی تمام نگارشات کا مطالعہ کر رکھا ہے، تاہم اپنے مطالعے اور معلومات کی حد تک ذیل کی سطور میں مجاہد عالم ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی سیرت وفکر کی کچھ جھلکیاں پیش کرتا ہوں:

جب آپ نے ہوش سنبھالا اس وقت ہندستان، برطانوی استعمار کے شکنجے میں کسا ہوا تھا۔ برطانیہ کے وحشیانہ جرائم، جو برطانوی قبضے کے بعد کبھی کم نہیں ہوئے، اپنی انتہا کو پہنچ رہے تھے۔ مسلمانان ہند انگریزوں کو نکالنے کے لیے تگ ودو کر رہے تھے۔

امام مودودیؒ نے اسلامی ماحول کے حامل ایک دین دار گھرانے میں جنم لیا جو صلاح وتقویٰ اور علم سے معروف تھا۔ خاندانی ماحول اور نسبی تعلق کا نتیجہ تھا کہ مولانا کا دل ودماغ نور ایمان سے منور اور حب علم سے مالا مال تھا۔ آپ کے والد محترم، درست تربیت، عمدہ عادات اور اخلاق حسنہ پر بہت زور دیتے تھے۔ یہ اسی تربیت کا اثر تھا کہ سید مودودیؒ شروع ہی سے پاکباز، پاک سیرت اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ وہ اپنے پاکیزہ کردار، سلامتی فطرت اور اجلی فکر کی وجہ سے ممتاز تھے۔ سخت مشکل حالات کے باوجود آپ نے اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔

سید مودودیؒ نے جب اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیا تو انھیں ہندستان اور اس سے باہر ہولناک حالات دکھائی دیے۔ ان کے والد محترم وفات پا چکے تھے۔ مولانا محمود حسن کو جزیرہ مالٹا میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ برطانوی سامراج کے خلاف مزاحمت عروج پر تھی۔ خود اقوام یورپ ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھیں۔ پہلی عالمی جنگ اسی تصادم کا مظہر تھی۔ مولانا مودودیؒ نے 'ترک قومیت' اور 'عرب قومیت' کا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ عالمی طاقتوں نے 'خلافت عثمانیہ' کے خلاف جو ریشہ دوانیاں کیں، مولانا نے اس کا بھی مشاہدہ کیا۔

ہندستان میں انگریز کی مخالفت بھی جاری تھی اور مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کش مکش بھی۔ ''انڈین نیشنل کانگریس'' وحدت وطن کی داعی تھی، مگر بحیثیت مجموعی اس کی پالیسیاں مسلمانوں

کے خلاف تھیں۔ مسلم لیگ، کانگریس کے ردعمل میں ظاہر ہوئی۔ حتیٰ کہ محمد علی جناح مرحوم نے ۱۹۱۹ء میں لکھنؤ کے اجتماع میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے موقف کو یکجا کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اسی دوران 'تحریک تحفظ خلافت عثمانیہ' ظاہر ہوئی۔ اگر میں یہ کہوں تو ہرگز غلط نہ ہوگا کہ پورے عالم اسلام میں خلافت کو بچانے کی واحد تحریک ہندستان میں ابھری اور اس نے خلافت کو بچانے کی اپنے طور پر بھرپور کوشش کی۔ کم عمری کے باوجود مولانا نے تحریک خلافت میں تحریر، تقریر اور عمل سے حصہ لیا۔ ترکوں اور عربوں کے مابین تنازعے کا آپ کو بہت صدمہ تھا۔ یہی تنازع سقوط خلافت کا سبب بنا اور دشمنان اسلام کو مسلم علاقوں میں گھسنے اور وہاں کے وسائل کے استحصال کا موقع ملا۔

مولانا مودودیؒ ان تمام حالات و واقعات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ اگرچہ یہ آپ کا لڑکپن تھا، تاہم آپ نے حالات کا سامنا کرنے اور انھیں درست کرنے کا تہیہ کرلیا۔ سب سے پہلے میدان صحافت میں اترنے کا فیصلہ کیا، تاکہ وہ اپنی خداداد صلاحیتوں میں مہارت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ باطل کے خلاف قلمی جہاد کریں اور رزق حلال بھی کمائیں۔ مولانا نے اس دور کے اہم مسائل پر قلم اٹھایا۔ یونانیوں کے مظالم اور مسیحی مبلغین کی مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کوشش پر لکھا۔ آپ نے درست تصور اور ایمان و یقین کے ساتھ خلافت کی بھرپور تائید کی۔

اسی دوران آپ دہلی تشریف لے گئے۔ جہاں مختلف نقطہ ہائے نظر کے سیاست دانوں اور علما سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ جمعیۃ العلما کی قیادت سے بھی ملے، اور ان کے پرچے میں کام بھی کیا۔ مولانا کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا کہ کچھ ہندو تنظیمیں مسلمانوں کو ہندو بننے اور بت پرستی اختیار کرنے کی کھلم کھلا دعوت دے رہی ہیں، جب کہ مسلمان کانگریس میں شامل ہوکر ہندوؤں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اسی موقعے پر آپ نے کہا تھا: ''ماضی میں مسلمان پوری دنیا میں اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے، مگر آج مسلمانوں کی پستی و زوال کا یہ حال ہے کہ ایک بت پرست اٹھتا ہے اور انھیں ہندو مت قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے''۔ پیغام اسلام کے بارے میں فرمایا: ''ماضی میں دعوت کا کام پیشہ ور داعی نہیں کرتے تھے، بلکہ امت مسلمہ کا ہر فرد داعی و مبلغ ہوا کرتا تھا''۔ ۱۹۳۳ء میں ترجمان القرآن کی ادارت سنبھالی تو آپ کافی تجربے اور بیش بہا معلومات سے لیس تھے۔ چنانچہ ترجمان القرآن کا علمی و فکری معیار بہت اعلیٰ تھا۔ آپ تن تنہا اپنے رسالے کو خوب سے خوب تر بنانے میں مصروف

رہے اور مالی وسائل کی کمیابی کی آپ نے پروانہ کی، نگاہ اپنے مقصد پر رکھی۔ کیونکہ آپ کو اس خطرے کا مکمل ادراک تھا جو آپ کے ملک اور مسلمانوں کو گھیرے ہوئے تھا۔

مولانا نے اپنے خطبوں، مقالوں اور کتابوں سے جاہلیت کی عمارت کو ہلا کے رکھ دیا، اور اسلامی زندگی کی عظمت واضح کی۔ اسلام کے بنیادی تصورات کو دینیات کے نام سے پیش کیا، جسے پڑھ کر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے ۱۹۴۱ء کو میں لاہور میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھتے ہوئے جو اہداف ومقاصد طے کیے وہ اسلام سے ماخوذ تھے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین کشت وخون کی فضا میں پاکستان بنا۔ جماعت اسلامی نے مہاجرین کی امداد کے لیے اپنے وسائل کے مطابق اہم کردار ادا کیا۔ اب جماعت اسلامی کی دعوت اپنے لائحہ عمل کے لحاظ سے تین اہم نکات پر مرکوز ہوئی، پہلا یہ کہ عقیدے کی سلامتی ومضبوطی اور اس کے ساتھ ہی اس پر عمل درآمد کرنا۔ دوسرا یہ کہ مضبوط ومحکم نظام جماعت جس میں کمزوری اور تساہل پسندی نہ ہو، اور تیسرا یہ کہ قدیم وجدید تعلیم کو یکجا کرنا، جب کہ عملی سطح پر ان امور پر زور دیا گیا کہ کامل توجہ سے محنت کی جائے اور ڈاکٹر کی طرح ہمدردی واحترامِ آدمیت کا رویہ اختیا کیا جائے۔

مولانا مودودیؒ نے ایک ایسی نسل تیار کرنے کے لیے، جو اسلامی ریاست کے قیام اور اس کے اسلامی دستور کے لیے جدوجہد کرے' بڑی جاں فشانی سے اصولی طریق کار اپنایا۔ آپ نے اسلامی مملکت کے قواعد وضوابط پیش کیے، اور اس کے لیے طویل قانونی جنگ لڑی۔ آپ نے قانون کے طلبہ اور ماہرین قانون کے اجتماع میں دو طویل لیکچر دیے، جن میں اس نکتے پر زور دیا کہ: ''حاکمیت صرف اللہ کے لیے ہے، حکومت کا کام اللہ کی مرضی کو نافذ کرنا ہے۔ خلاف اسلام ہر قانون کو منسوخ کرنا اور مستقبل میں ایسے قوانین نہ وضع کرنے کی پابندی کرنا ہے' اس مہم کے نتیجے میں نفاذِ دستورِ اسلام کے مسئلے نے پاکستان میں بڑی اہمیت اختیار کر لی۔ اس کے حامی وموافق بھی تھے اور دشمن ومخالف بھی۔

مولانا مودودیؒ اسی سلسلے میں گرفتار ورہائی کے کئی مرحلوں سے گزرے مگر قید وبند کے یہ مرحلے آپ کو کلمہ حق کی ادائیگی سے نہ روک سکے۔ آپ پورے ولولے سے اپنے مشن میں مصروف رہے' سازشوں کا قلع قمع کرتے رہے اور الزامات لگانے والوں کا حجت ودلیل سے جواب دیتے رہے۔

مولانا مودودیؒ نے فکر وعمل' دونوں میدانوں میں جامع تصور پیش کیا۔ آپ کا دل صدق وصفا

اور خلوص سے لبریز تھا۔ آپ کی تحریر میں وضاحت وصراحت تھی، پیچیدگی اور ابہام کا نام ونشان تک نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے نسلوں کو متاثر کیا۔ آپ نے اپنے علم وعمل کے ذریعے جس مقدس مشن میں اپنی عمر کھپا دی، اس کے دور رس اثرات امت مسلمہ پر پڑے۔

آپ کی ہر کتاب کسی زندہ مسئلے اور اہم واقعے سے بحث کرتی ہے۔ ہر کتاب میں رہنمائی' وضاحت اور تعمیری لوازمہ موجود ہے، یا پھر راہ راست سے منحرف ہونے والوں اور فتنہ پردازوں کا جواب ہے اور درپیش صورت احوال کا درست تجزیہ ہے۔

جنوبی ایشیا میں اسلامی دعوت کے اس عصری ابھار اور فکر وتحقیق کی شان دار کوششوں کا گہرا مطالعہ ہونا چاہیے، بلکہ آج تو تمام ہی اسلامی تحریکوں کے وسیع وعمیق مطالعے وتجزیے کی شدید ضرورت ہے' تاکہ ہم ان سے تجربات اور سبق حاصل کر کے مسلمانوں کی زندگی کو درپیش آج کے نازک حالات میں رہنمائی لے سکیں، ماضی کی غلطیوں سے بچ سکیں اور درست راستے پر چلیں۔ کتاب وسنت کی واضح میزان پر اپنی غلطیوں کی نشان دہی کریں۔ ممکن ہے کہ یہ جائزہ اور محاسبہ' اہل ایمان کو ایک صف میں کھڑا کر دے اور وہ اُمتِ واحدہ بن جائیں۔ یہ بات نہ بھولنا چاہیے کہ ہماری شکستوں اور مصائب کا باعث ہم خود ہیں، جنھوں نے فرقہ بندی، عصبیت، بے ایمانی اور بے عملی اختیار کر رکھی ہے۔ مسلمان ایک جان ہوتے اور اپنے ایمان کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہوتے تو حالات مختلف ہوتے۔

پاکستان بنا تو اسلام کے نام، پر مگر اس میں ''آمریت'' غالب رہتی ہے، حالانکہ اسلام اور پھر خود ملکی آئین کی رو سے آمریت ممنوع ہے۔ فلسطین مسلم سرزمین ہے مگر یہ بدنصیبی اور کم ظرفی نہیں تو اور کیا ہے کہ مسلمان اپنے مؤقف سے ہٹ کر بس اس پر اکتفا کرنے لگے ہیں کہ انھیں ایک نام نہاد خود مختار، بے بس ریاست مل جائے۔ اگر امت مسلمہ 'مسئلہ فلسطین' کو متحدہ طور پر اپنی پالیسیوں کا حصہ بناتی تو نتائج مختلف ہوتے۔ اسی سے افغانستان، کشمیر، چیچنیا اور عراق وغیرہ میں مسلمانوں کو درپیش مسائل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عالم اسلام کے عظیم مجاہد اور رہنما سید مودودیؒ نہ روایتی مصنف تھے اور نہ معروف معنوں میں کوئی لیڈر' بلکہ ان خوبیوں کو قرآن وسنت کے سائے میں پروان چڑھانے والے وہ منفرد انسان تھے' جن پر اسلامی تاریخ ناز کرے گی اور مستقبل کی راہوں کو روشنی عطا کرے گی۔